Mohi-ud-Din Journal of Islamic Studies (MJIS)
ISSN 3007-3820 (Print) | 3007-3812 (Online)
(January-June) 2024, 2:1 (48-70)
محی الدین جرنل آف اسلامک اسٹڈیز
(جنوری–جون ۲۰۲۴)، ۲:۱

فقہ اسلامی میں قاضی وجج کے طرز عمل کا ادب القاضی کی روشنی میں اختصاصی مطالعہ

Specific Study of Code of Conduct of Qāzī and Judge in the Light of Adab-al-Qāzī in Islamic Fiqh

Qazi Abdul Qadeer[a]

[a] District Qazi, Bagh AJ&K.
Corresponding author Email: abdulqadeerqazafi007@gmail.com

How to cite: Qazi Abdul Qadeer "Specific Study of Code of Conduct of Qāzī and Judge in the Light of Adab-al-Qāzī in Islamic Fiqh," *Mohi-ud-Journal of Islamic Studies* 2, no. 1 (2024): 48-70.

ABSTRACT

This article elaborates the conduct concerning Qāzī and judge in the light of *Adab–al-Qazi* in the furtherance of Islamic fiqh. The word *adab* is significance of discipline and good quality. Word *Qāzī* means the authority that makes the judgments. *Adab-al-Qāzī* means in juxta line, the judicial system of Islam and its requirements to dispersement of administration of justice. Code of conduct of Qāzī and Judge are very important in judicial proceedings. This research finds that the *Qāzī* and judge should be God-fearing during the whole process concerning a judgment. They should be taken a decision after hearing of the parties and ability of awareness of situations with respect to multiple angles. They should not favour any party, nor accept any gift and invitations and should be avoiding all those things which can shake their credibility. Decision of *Qāzī* and judge should base in the light of available testimonial material which leads the facts in the light of Qur'ān and Sunnah and derived rules in the furtherance of Qur'ān and Sunnah.

Keywords: *Qāzī* and judge, Proceeding of court, conduct, *Adab-al- Qāzī*, parties.

Mention in the table a brief sketch of Second author's Contribution:- (Maximum two Authors allowed only)

C

All Contents of this publication is copyrighted and property of *Mohi-ud-Din Journal of Islamic Studies*, and restricted to commercial use. It allows Research uses only, provided that original author(s) and sources should be credited with a proper academic referencing.

اسلام کے جملہ نظام ہا میں "نظام قضاء" کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ نظام قضاء دیگر جملہ نظام ہا میں توازن، اعتدال اور عدل قائم کرتا ہے جس کے ثمرات میں، رائے کلی، مادہ حسن و جمال اور مادہ ایجاد و تقلید شامل ہیں۔ نظام قضاء کا دیگر جملہ نظام ہا کے ساتھ جسم و روح کا تعلق ہے۔ دیگر جملہ نظام ہا ایک جسم کی مانند ہیں اور نظام قضاء اس کی روح ہے۔ جسم کا قیام روح کے بغیر ممکن نہ ہے اور نظام ہا کا قیام نظام قضاء کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

اسلام کے "نظام قضاء" میں "قاضی" کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور سارا نظام "قاضی" کے ہی ارد گرد گھومتا ہے۔ نظام قضاء کی روح "قاضی" ہی ہے۔ قاضی اس نوع کی عبقری اور مجتہد شخصیت ہے جو قرآن و السنہ کے تحت مقاصد شریعہ کی حفاظت کرتا ہے۔

فقہ اسلامی میں "ادب القاضی" (Judicial System) اسلام کے نظام عدل و انصاف اور اس کی روح کی مظہر اصطلاحی ہے جو نظام عدل و انصاف اور قضاء کے جملہ پہلو کو محیط اور کثیر الجہات امور پر مبنی ہے اور اس کی ایک جہت قاضی و ججز کے طرز عمل (Judicial Ethics or Code of Conduct) پر مبنی ہے اور یہی امر زیر بحث ہے۔

ادب القاضی کی تعریف

ادب القاضی کی تعریف دو پہلو سے زیر غور لائی جا سکتی ہے اور ان میں ایک پہلو "فن" کا علم بننے سے قبل کی تعریف پر جبکہ اور دوسرا "فن" کا علم بننے کے بعد کی تعریف پر مبنی ہے۔ اور اس امر کا ہر دو پہلو سے احاطہ کرنا موضوع زیر بحث کی تفہیم کے مقتضیات میں شامل ہے۔

فن کا علم بننے سے قبل ادب القاضی کی تعریف

فن کا علم بننے سے قبل ادب القاضی کی تعریف، اس کے اجزائے ترکیبی کی انفرادی معنویت کو محیط ہے۔ ادب علیحدہ کلمہ ہے اور قاضی علیحدہ کلمہ ہے اور ہر دو کے مابین کوئی فنی ربط موجود نہیں ہے اور ہر دو اپنی الگ الگ شناخت اور جداگانہ معانی کے مظہر ہیں۔

ادب القاضی، علمائے لغت کے نزدیک مرکب اضافی ہے جس کا جزء اول ادب اور جزء ثانی قاضی ہے۔ اول الذکر مضاف اور موخر الذکر مضاف الیہ ہے۔ ہر دو کے علی الانفراد معانی کو بیان کیا جاتا ہے۔

ادب کا لغوی مفہوم

ادب کے لغوی مفاہیم کا اطلاق متعدد معانی پر ہوتا ہے اور اس کے مصدر کی اضافت کی روشنی میں اس کے معنوی اطلاقات واضح ہوتے ہیں۔

ادب کا معنی بحیثیت جمع کرنا

ادب کے لغوی مفاہیم میں ایک معنی "الجمع" کے مفہوم کو اپنے اندر سموئے ہوا ہے۔اس معنوی پس منظر میں ادب کو ادب کہنے کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ یہ لوگوں کو اچھے اخلاق، محاسن اور صفات حمیدہ پر جمع اور برے امور پر جمع ہونے سے روکتا ہے۔

"سمى الأدب أدبا لأنه يأدب أى يجمع النا س إلى المحامد و ينهاهم إلى المقابح"[1]

(ادب کو ادب کہنے کی وجہ اس کا ادب پر مبنی ہونا ہے یعنی لوگوں کو خوبیوں پر جمع کرنا ہے۔)

ادب کا معنی بحیثیت دعا

ادب کے لغوی مفہوم میں دعا کا معنی پایا جاتا ہے جو دعوت کے معنی کو مستلزم ہے اور یہ اس صورت میں "ادب القوم" سے مشتق ہو گا۔اہل عرب کے ہاں جب کوئی کسی کو کھانے پر بلائے تو ادب القوم یأدب ،کے الفاظ استعمال کرتے تھے اور اس نوع کی دعوت کو "ادب" اور اس نوع کے کھانے کو "مأدبۃ" کہتے ہیں۔

"أدب القوم يأدب:إذا دعاهم إلى طعامه و اسم الطعام المأدبة"[2]

(ادب القوم یأدب، اس وقت استعمال کرتے تھے جب کوئی کسی کو اپنے کھانے کی دعوت دے اور اس نوع کے کھانے کو "مأدبہ" کہتے ہیں۔)

ادب کا معنی بحیثیت عمدگی

ادب کے لغوی مفاہیم میں تہذیب نفس ،طور اطوار اور درس و تدریس ،تحریر و تقریر، سیکھنے اور سکھانے میں عمدگی سے بھی عبارت ہے۔اور اس وقت یہ "ادب النفس والدرس" سے مشتق ہو گا۔

"الأدب:أدب النفس و الدرس ،تقول منه :أدب الرجل فهو أديب فأدبته فتأدب : العجب"[3]

(ادب سے مراد، نفسی تہذیب اور تدریسی عمدگی ہے۔تمہارا یہ کسی سے کہنا، آدمی عمدہ ہے یعنی ادیب ہے اور میں نے اسے ادب سکھایا ہے اور وہ مؤدب بن گیا ہے یعنی عمدہ ہو گیا ہے۔)

ادب کے جملہ مادہ اشتقاق اور مصادر کو بنظر عمیق دیکھا جائے تو ان کے مفاہیم ایک مرحلہ پر مشترک معانی کے مظہر ہیں جس کے نتائج ایک ہی نوع کے حامل ہیں اور وہ انسان کو کسی اخلاقی ضابطہ پر جمع کرنا ہے۔اس اخلاقی ضابطہ کا تعلق کسی مادی امر کے اعتبار پر مبنی یا کسی روحانی امر پر محیط ہوتا ہے۔

1۔ محمد بن مکرم، افریقی، **لسان العرب** (بیروت، لبنان: دار الصادر، الطبعۃ الاولیٰ، 1427ھ)، 1:206۔

2۔ اسماعیل بن حماد الجوہری، **تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ** (قاہرہ، مصر: دار الحدیث، الطبعۃ الاولیٰ، 2011ء)، 1:7۔

3۔ نفس مصدر۔

ادب کی اصطلاحی تعریف

ادب کی اصطلاحی تعریف کی بنیاد اس کی لغوی تعریف پر ہی استوار کی گی ہے اور ایک ہی معنوی خطوط پر مبنی ہے جو اوصاف حمیدہ اور صفات محمودہ کا مظہر ہے۔

"الأدب :الخصال الحميده وسميت الخصال الحميده أدبا لانها تدعو إلى الخير"[4]

(ادب خصال حمیدہ سے عبارت ہے اور اس کو ادب کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ خیر کی جانب دعوت دیتا ہے اور جمع کرتا ہے۔)

فقہائے کرام میں سے بعض نے ادب کی تعریف کو نظام عدالت کے پیش نظر اور اصول توازن کو دیکھتے ہوئے بیان کی ہے۔

"الأدب:وضع الأشياء موضعها"[5]

(ادب، اشیاء کو اس کے مقام و مرتبہ پر رکھنے سے عبارت ہے۔)

فقہائے کرام میں سے بعض فقہائے کرام نے ادب کی تعریف جملہ مستحسنہ امور اور مطلوبہ اعمال کے اعتبار سے بیان کیا ہے۔

"أداب:كل ما هو مطلوب"[6]

(آداب، ہر مطلوبہ امر سے عبارت ہے۔)

قاضی کے لغوی مفاہیم

قاضی، قضاء سے مشتق ہے اور قضاء کے متعدد لغوی معانی ہیں جن میں سے فیصلہ کرنا، وصیت کرنا، خبر دینا، فارغ کرنا، کسی کام کی انجام دہی کرنا، موت کا واقع ہونا، کسی امر کو واجب کرنا، لکھنا، مکمل کرنا، انفصال اور تخلیق کرنا شامل ہے۔ معاملہ زیر نظر کی مناسبت سے، قضاء کا معنی فیصلہ کرنا اور کسی معاملہ کا انفصال ہے۔ قضاء سے ہی اسم فاعل قاضی ہے جس کا لغوی معنی فیصلہ کرنے والا ہے۔

4- محمد بن عبد الواحد، ابن ہمام، **فتح القدیر** (بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، الطبعۃ الثالثۃ، 2005ء)، 16:305۔

5- احمد بن محمد، الطحطاوی، **حاشیہ علی مراقی الفلاح** (بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولی، 1418ھ)، 41۔

6- ابن عمر، الشیخ سلیمان بن محمد، **حاشیۃ البجیرمی علی شرح منہج الطلاب** (ترکی، الفقہ الاسلامی، الطبعۃ الاولی، 2000ء)، 51۔

قاضی کی اصطلاحی تعریف

قاضی کی اصطلاحی تعریف میں اغلبی طور پر اس کی لغوی تعریف کے ہی مفاہیم نمایاں ہیں تاہم اس کی لغوی تعریف پر ہی اس کا اصطلاحی مفہوم منحصر نہیں ہے۔

"القاضی:ھو الذی تعین و نصب من جھة من له الامر لاجل القضاء ای فصل الخصومات و حسم الدعاوی و المنازعات و غیر ذلک"[7]

(قاضی سے مراد وہ شخص ہے جسے ولی الامر کی جانب سے فیصلہ جات کرنے کے لیے متعین و مقرر کیا گیا ہو۔یعنی مقدمات، دعوی جات اور تنازعات وغیرہ کے انفصال کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔)

قاضی کی تقرری صرف مقدمات کو یکسو کرنے کے لیے عمل میں نہیں لائی جاتی بلکہ فیصلہ جات اسلامی شریعت کے مطابق کرنے کی مقصدیت کو بھی اس کی تعریف میں بنیادی حیثیت کے طور پر شامل کر رکھا ہے۔

"القاضی:ھو الذات الذی نصب و عین من قبل السلطان لاجل فصل و حسم الدعوی و المخاصمة الواقعة بین الناس توفیقا لاحکامھا المشروعیة"[8]

(قاضی سے مراد وہ شخص ہے جسے سلطان (حاکم وقت) کی جانب سے اس لیے متعین و مقرر کیا گیا ہو تاکہ لوگوں کے مابین واقع دعوی جات و تنازعات کا شرعی احکام کے مطابق فیصلہ کرے۔)

قاضی کی ذمہ داریوں میں صرف لوگوں کے تنازعات کا فیصلہ کرنا اور ان کے مابین معاملات کو شریعت اسلامی کے مطابق یکسو کرنا ہی نہ ہے بلکہ صادر شدہ فیصلہ کی تعمیل کروانا بھی اس کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ فیصلہ بدوں تعمیل مقصدیت سے خالی امر ہے۔

"سمی القاضی قاضیا لانه یحکم الاحکام وینفذھا"[9]

(قاضی کو قاضی کا نام بدیں وجہ دیا گیا ہے کہ وہ مقدمات کا فیصلہ بھی کرتا ہے اور انہیں نافذ بھی کرواتا ہے۔)

قاضی کی کی گئی تعریفات کو باہم ملا کر (Juxta Position) دیکھا جائے تو قاضی سے مراد: وہ شخص ہے جسے ولی الامر (حکومت) کی جانب سے، لوگوں کے مابین واقع تنازعات و خصومت اور دعوی جات و مقدمات کا شریعت اسلامیہ کے احکامات کے مطابق انفصال، کے لیے متعین و مقرر کیا گیا ہو جو اس کے فیصلہ جات کی تنفیذ کو بھی مستلزم ہے۔

ادب القاضی کی اصطلاحی تعریف

7- البرکتی، عمیم الاحسان، **قواعد الفقہ** (کراچی، الصدف پبلیکیشنز آرام باغ، الطبعۃ الاولی، 1407ھ)، 1:173۔

8- **مجلۃ الاحکام العدلیہ** (کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت آرام باغ، الطبعۃ الاولی، 1412ھ)، مادہ: 1785۔

9- سعود بن عبد العالی، العتیبی، **الموسوعۃ الجنائیۃ الاسلامیۃ** (بیروت، لبنان، دار الفکر، الطبعۃ الثانی، 1427ھ)، 1:563۔

فن کا علم بننے کے بعد ادب القاضی کی تعریف کو ارتقائی مراحل کے تسلسل میں دیکھا جائے تو اب ادب القاضی صرف فن کا علم نہیں ہے بلکہ اسلامی نظام قضاء اور اس کے جملہ مقتضیات اور لوازمات سے عبارت ہے۔

"وھو ان ما ینبغی للقاضی ان یفعله و یکون علیه"[10]

(ادب القاضی سے مراد، قاضی جن امور کے کرنے کا پابند ہے اور جو اس کے لیے ضروری ہیں۔)

شریعت اسلامیہ میں نظام عدل گستری کے تحت ہر وہ عمل جو قاضی کے لیے کرنا مستحسن اور مبنی بر خیر ہے اور جس کے ذریعہ عدل کے قیام اور ظلم کے رفع میں معاونت ملتی ہے، وہ جملہ ادب القاضی کی تعریف میں داخل ہیں۔

"التزامه لما ندب الیه الشرع من بسط العدل و رفع الظلم و ترک المیل"[11]

(قاضی کا، نظام عدل کی ترسیل، ظلم کے رفع اور اسی تسلسل میں خواہشات نفسانی کا ترک کرنا شامل ہے۔)

مرور زمانہ اور حالات وواقعات کے ارتقاء کے پیش نظر دو حاضر میں "ادب القاضی" کی تعریف وسعت پذیر ہے جس میں اسلام کے جملہ نظام عدل کے متعلقات، لوازمات اور انتظامات (Administration of Justice) کے ساتھ ساتھ دیگر مقتضیات بھی شامل ہیں اور اس اعتبار سے قاضی وجج کا طرز عمل ادب القاضی کے تحت ایک اس حیثیت سے جزوی امر کی حیثیت کا حامل ہے کہ ادب القاضی کی حیثیت کل کی ہے اور اس کے تحت قاضی و جج کا طرز عمل جز کی حیثیت رکھتا ہے۔

قاضی وجج کے طرز عمل کی اساس

قاضی وجج کے طرز عمل کی اساس اس نقط نظر سے مشروط ہے کہ انسانی افعال کے صدور میں انسان کا اختیار اور حیثیت کس نوع کی حامل ہے اور یہ امر مجرم کی جانب سے صادر جرم، اختیار اور حیثیت کے تعین میں غیر معمولی حیثیت رکھتا ہے۔

قاضی وجج کے نزدیک انسانی افعال اور جرائم کے صدور میں اس کا صاحب اختیار ہونا اور صاحب ادارہ ہونا اور افعال انسانی و ارادہ کے "خلق" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب کرنا اور افعال کے صدرو کی نسبت انسان اور مجرم کی جانب کرنا فکری طور پر تسلیم شدہ ہے تو یہ امر قاضی وجج کے طرز عمل کی اساس پر مبنی ہے اور یہی امر فوجداری مسوئیت (Criminal Liability) کے جواز کو پیدا کرتا ہے بصورت دیگر نظام عدل و انصاف کا قیام اور اس کی حیثیت جہاں بے سود عمل پر مبنی ہوگی وہاں قاضی وجج کے طرز عمل کی بنیاد بھی منہدم تصور ہوگی۔

"له قدرۃ ولکن لا تاثیر لقدرته بجوار قدرۃ اللہ وله افعال واللہ خالقها، و له ارادۃ ایضا تستند افعاله الیها و لهذا یعد مختارا فی افعاله و یکفی فی تسمیة

---

[10] ابن ہمام، 16:553۔

[11] علی بن محمد، الجرجانی، **کتاب التعریفات** (بیروت، لبنان، دار الکتب العربی، الطبعۃ الاولیٰ، 1405ھ)، 1:29۔

أفعاله افعالا اختيارية استناد تلك الافعال الى ارادته و اختياره لكن هذه الارادة ليست من الانسان بل خاصة يخلق الله ولذا يقال انه مختار فى افعاله مضطر فى اختياره"[12]

(انسان قدرت کا حامل ہے لیکن اس کا حامل قدرت ہونا، اللہ تعالیٰ کی قدرت میں موثر نہیں ہے۔ اس کے افعال ہیں جن کا اللہ خالق ہے اور اس کا ارادہ بھی ہے جس کی جانب اس کے افعال کو منسوب کیا جاتا ہے اسی وجہ سے وہ اپنے افعال کے ارتکاب میں مختار شمار ہوتا ہے اور اس کے افعال کی تسمیہ میں یہ امر کافی ہے کہ اس کے افعال اختیاری ہیں جو اس کے ارادہ و اختیار کی جانب منسوب ہیں لیکن یہ ارادہ بھی (از روئے خلق) انسان کا نہیں ہے بلکہ اللہ ہی کا پیدا کردہ ہے اور اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ انسان اپنے افعال کے ارتکاب میں مختار اور اپنے اختیار میں مضطر ہے۔)

قاضی وجج کا تطہیری طرز عمل

قاضی و جج کا تطہیری طرز عمل دو نوع پر مبنی ہے جن میں سے ایک باطنی تطہیری طرز عمل اور دوسرا ظاہری تطہیری طرز عمل ہے۔ ہر دو لازم وملزوم کی حیثیت کے حامل ہیں۔ ظاہر باطن کا ترجمان ہے اور باطن ظاہر کی علامت پر مبنی ہے۔

قاضی وجج کا باطنی تطہیری طرز عمل

قاضی و جج کا باطنی تطہیری طرز عمل ، باطن کی تطہیر، پاکیزگی اور باطنی تطہیر و طہارت سے عبارت ہے۔ قاضی وجج کا بالعموم جملہ جرائم اور بالخصوص جن جرائم کی وہ سماعت کر رہے ہیں میں باطنی تطہیر کا مظہر ہونا لابدی امر ہے۔ قاضی وجج کا یہ تطہیری عمل ہی انصاف کے مہیا کرنے کی جہاں اساس ہے اور وہاں منصف اور قانون ہر دو کا ایک ہی صفحہ پر اکھٹا ہونے کا بھی غماز ہے۔ کیونکہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ مجرم اور منصف ایک ہی نوع کے جرائم کا ارتکاب کریں اور جرائم کے ارتکاب میں ہر دو ایک ہی صفحہ پر موجود ہوں اور اس صورت حال میں نتائج کے انصاف پر مبنی ہونے کی امید بھی ہو؟ ان حالات میں منصف ارتکاب جرم کے باوجود بحیثیت منصف سزا سنا رہا ہے اور مجرم اسی جرم کے ارتکاب پر جس کا ارتکاب منصف نے بھی کیا ہے کے ہاتھوں سزا بھگت رہا ہے۔ ہر دو باطنی تطہیر سے عاری ہیں جو نہ صرف منصف کے ہاتھوں انصاف کا قتل ہے بلکہ منصف کی جانب سے قانون کی بالادستی کے اصول کی خلاف ورزی بھی ہے۔

قاضی وجج کا ظاہری تطہیری طرز عمل

[12]- احمد فتحی، بھنسی، **المسؤولية الجنائية فی الفقه الاسلامی** (بیروت، لبنان، دار الشروف، الطبعة الثالثة، 1404ھ)، 30۔

باطنی تطہیری طرز عمل کے مادی مظہرات ظاہری طرز عمل کی صورت میں نمایاں ہوتے ہیں اور ان میں جہاں شخصیت کی ظاہری خوبصورتی، طرز تکلم، لباس، وضع و قطع اور اعمال صالحہ میں متعارف و مشہور ہونا شامل ہے وہاں عدالت کا انصاف کی فراہمی کا ماحول بھی اس میں شامل ہے۔

باطنی تطہیری عمل میں قاضی وجج کی "صفة العدالة" بڑی اہمیت کی حیثیت رکھتی ہے جو امر کو مستلزم ہے کہ وہ عادل ہیں فاسق نہیں ہیں۔ عادل، فاسق کے مقابلہ میں ہے۔ جو عادل ہے وہ فاسق نہیں اور جو فاسق ہے وہ عادل نہیں ہے۔ ہر دو کا تعلق اضداد میں سے ہے۔ اس اعتبار سے ماسوائے فقہائے احناف کے دیگر جمہور فقہائے کرام قاضی وجج کے اوصاف میں ان کا عادل ہونے کو لازمی قرار دیتے ہیں اور ان کے ہاں یہ معاملہ تاکیدی نوع کا ہے اور صوابدیدی نوعیت کا حامل نہیں ہے۔ ان فقہائے کرام کے نزدیک فاسق قاضی وجج مقرر نہیں ہو سکتا اور اس امر کا جواز فاسق کا اہلیت شہادت میں سے نہ ہونا ہے اور جس کے اندر اہلیت شہادت مفقود ہے، وہ قاضی مقرر ہونے کا اہل نہیں ہے۔

فقہائے احناف کے نزدیک فاسق شہادت کا اہل ہے، البتہ اس کی شہادت مقبول نہیں ہے اور اہلیت شہادت کے حامل ہونے کی بنا پر اسے قاضی مقرر کرنا جائز ہے لیکن بہتر عمل یہ ہے کہ اس نوع کے شخص کو قاضی مقرر نہ کیا جائے اور اگر مقرر کر دیا جاتا ہے تو اس کا تقرر جائز ہے اور اس کا فیصلہ اس وقت تک نافذ العمل ہی رہے گا جب تک اسلامی شریعت سے متصادم نہیں ہے۔

"فیجوز تقلید الفاسق و تنفیذ قاضایاه اذا لم یجاوز فیها حد الشرع"[13]

(فاسق کی تقلید جائز ہے اور اس کے فیصلہ جات نافذ العمل ہی رہیں گے جب تک شریعت کی حدود سے متجاوز نہیں ہوتے ہیں۔)

قاضی وجج کا علمی وفکری طرز عمل

دور حاضر کے مقتضیات کے تحت قاضی کے علم وفکر اور تقرری کے بنیادی اصول ہا کے پیش نظر معاملہ کو دیکھا جائے جمہور فقہائے کرام کے نزدیک قاضی کو مجتہد ہونا چاہیے اور یہ امر بھی تاکیدی نوعیت کا ہے اور جس شخص کے اندر اجتہاد، اصول اجتہاد اور نصوص سے مسائل کا استنباط واستخراج کی صلاحیت نہیں ہے، اسے قاضی مقرر نہیں کرنا چاہیے لیکن فقہائے احناف کے نزدیک قاضی کے تقرر کی یہ بنیادی شرط نہیں ہے۔ قاضی مجتھد نہ بھی ہو تب بھی اس کا تقرر جائز ہے البتہ خلاف اولیٰ ہے۔

"وأما الثانی وهو اشراط اهلیة الاجتهاد، فالصحیح انها لیست شرط للولایة بل لاولویة" [14]

13- ابو بکر بن مسعود، الکاسانی، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع** (قاہرہ، مصر، دار الحدیث، الطبعۃ الاولی، 2010ء)، 14:409۔

(دوسری شرط وہ (قاضی) کے اندر اہلیت اجتہاد کے ہونے سے متعلق ہے اور اس نسبت درست رائے یہی ہے کہ یہ شرط قاضی کی تقرری کے لینے بنیادی شرط نہیں ہے اور شرط اولیت ہے۔)

قاضی کا علمی تبحر اس حیثیت سے کہ وہ جملہ حلال و حرام اور جملہ اسلامی احکام کا عالم ہے بھی جمہور فقہائے کرام کے نزدیک قاضی کے تقرر کی بنیادی شرائط میں شامل ہے لیکن فقہائے احناف کے نزدیک اس کی تقرری کی اساسی شرائط میں یہ امر شامل نہیں ہے۔ مرور وقت کے ساتھ اس کا علم بڑھتا جائے گا اور معاملہ ما بہ النزاع میں اہل علم و فن سے راہنمائی بھی میسر رہے گی تاہم تبحر فی العلم کے اوصاف کے حامل شخص کی بطور قاضی تقرری اور جواز تقلید ندب واستحباب پر مبنی ہے۔

"العلم بالحلال و الحرام و سائر الاحکام :هل هو شرط جوز التقليد عندنا ليس بشرط الجواز بل شرط الندب والاستحباب"[15]

(حلال و حرام اور تمام احکام کا علم، کیا جواز تقلید کی شرط ہے۔ ہمارے نزدیک یہ شرط جواز نہیں ہے بلکہ ندب واستحباب کی شرط ہے۔)

عدالت اور ماحول عدالت کے اعتبار سے قاضی وجج کا طرز عمل

عدالت اور ماحول عدالت کے اعتبار سے قاضی وجج کا طرز عمل کے حوالہ سے انتہائی اساسی نوع کے امور بیان کرنے تک معاملہ محدود رکھا گیا ہے، جن میں قاضی کی مجلس، کمرہ عدالت میں متعلقہ عدالتی سٹاف اور عدالتی رعب کے مقتضیات شامل ہیں۔

مجلس قاضی (عدالت) قاضی وجج کو اونچی جگہ بیٹھنا چاہیے اور یہ امر جہاں اس کے مادی مقام و مرتبہ اور جاہ وجلال کے اظہار پر مبنی ہے وہاں فریقین کے دلائل سننا اور ان کی حرکات وسکنات اور تاثرات پر نظر رکھنے میں بھی ممد ومعاں ثابت ہوتا ہے اور قاضی وجج کی نظر سے کوئی امر مخفی نہیں رہتا ہے۔

کمرہ عدالت میں متعلقہ عدالتی سٹاف کے اعتبار سے قاضی وجج کا طرز عمل

قاضی وجج کے ہمراہ ایک طرف اس کا کاتب یعنی ریڈر، سٹینو کو بھی بیٹھا ہونا چاہیے اور دوران سماعت متعلقہ عدالتی سٹاف کا قاضی کے پاس اس جگہ بیٹھنا ضروری ہے جہاں سے قاضی ان پر نظر رکھ سکے اور وہ جو لکھتے ہیں یا شہادت کو قلم بند کرتے ہیں کو خود دیکھ سکے اور گواہ کی جانب سے ادا کیئے گے الفاظ ہی کو ریڈر کی جانب سے لکھے جانے کو یقینی بنا سکے۔

"ويجلس كاتبه في ناحية عنه حيث يراه حتى لا يخدع بالرشوة فيزيد في الفاظ الشهادة او ينقص"[16]

14- ابن ھمام،315:16۔

15- الکاسانی408:14۔

(قاضی کی ایک طرف (کمرہ عدالت میں) اس کاریڈر اس جگہ بیٹھے گا جہاں سے قاضی اسے دیکھ سکے تاکہ رشوت کے ذریعہ اسے دھوکہ نہ دیا جا سکے اور (شہادت لکھتے وقت) الفاظ شہادت میں کمی و زیادتی نہ کی جا سکے۔)

قاضی و جج کی کمرہ عدالت میں بیٹھے ہوئے اشخاص پر نہ صرف طائرانہ نظر رہنی چاہیے بلکہ کسی حد تک عمیق نظر بھی رہنی چاہیے جس کے لوازمہ میں یہ امر شامل ہے کہ موجود افراد خواہ وہ فریقین مقدمہ ہوں یا دیگر مقصود افراد، ان میں سے کوئی بھی کسی ایک فریق کے لیے کسی نوع کی جانبداری یا سہولت کاری پیدا نہ کر سکے۔

"والحاصل ان القاضی یعمل ما فیه النظر و الاحتیاط فی امور الناس ولا ینبغی لرجل ان یسار احد الخصمین"[17]

(حاصل یہ ہے کہ قاضی وہی کام کرے جو جو لوگوں کے معاملات میں احتیاط و نظر کا متقاضی ہیں اور کسی آدمی کے لیے آسان نہ ہو کہ وہ (قاضی) کی موجودگی میں کسی کے لیے سہولت کاری کرے۔)

عدالتی رعب کے مقتضیات کے اعتبار سے قاضی وجج کا طرز عمل

قاضی و جج کو عدالتی رعب کے مقتضیات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے اور اس اعتبار سے قاضی و جج کا دوران عدالتی کارروائی، ذاتی طرز عمل اور خارجی ماحول کے لوازمات ہر دو انتہائی اہم ہیں جن میں سے ایک لوازم قاضی و جج کا ذاتی شخصی عمل سے مربوط ہے جس میں دوران سماعت مزاق کرنا، ہنسنا اور ہنسانا اور اس نوع کی کوئی حرکت کرنا جو وقار عدالت کے خلاف ہو جائز نہیں ہے اور دوسرا جن میں خارجی عوامل جس میں قاضی و جج کے دوران سماعت خارجی ماحول کے لوازمات کو پورا کرنا بھی عدالتی رعب کو قائم رکھنے میں شمار ہے جن میں متعلقہ "ولایت مظالم"، "تعمیلاتی ایجنسی، پولیس کی موجودگی اور اس نوع کے متعلقہ امور، حفاظتی گارڈ اور عدالتی گارڈ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

عدالتی گارڈ جسے فقہ اسلامی کی اصطلاح میں "الجلواز" کے نام سے موسوم ہے کی صورت یہ بیان کر رکھی ہے کہ وہ قاضی کی نشست کے پیچھے کھڑا ہو گا اور وہ اسلحہ سے بھی لیس ہو گا اور اس کا کھڑا ہونا لوگوں کی تہذیب، ان پر نظر رکھنے کی مقصدیت پر مبنی ہونے کے ساتھ قاضی و عدالت کے رعب میں اضافہ کا باعث ہونا بھی شامل کر رکھا ہے۔

"و منه ان یکون له الجلواز و هو المسمی صاحب المجلس فی عرف دیارنا یقوم علی راس القاضی لتهذیب المجالس"[18]

16- **الفتاوی الهندیة**، 207:24۔

17- نفس مصدر، 209۔

18- الکاسانی، 343:14۔

(ادب القاضی کے تحت عدالتی گارڈ کا ہونا بھی شامل ہے جسے ہمارے شہر کے عرف میں "صاحب المجلس" کہتے ہیں اور یہ قاضی کی نشست کے پیچھے تہذیب الناس کے مقصد کے لیے کھڑا ہو گا۔)

معاونین ومشیران عدالت کے اعتبار سے قاضی وجج کا طرز عمل

قاضی وجج کی عدالت میں مشیران، معاونین کا ہر وقت موجود رہنا بھی ضروری ہے۔ قاضی وجج نے مقدمات کی یکسوئی کے لیے مشیران سے ہی مشورہ طلب کرنا ہے اور انہوں نے ہی حقائق تک پہنچنے میں قاضی کو (Assest) کرنا ہے۔ مشیران کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ حق پر مبنی مشورہ دیں اور مشورہ دینے کو امانت تصور کریں اور اپنے مشورہ کو قبول کرنے پر اصرار نہ کریں۔ قاضی کے مشیران میں بذیل افراد کو اہمیت حاصل ہے۔

علمائے کرام اور فقہائے عظام

قاضی وجج کو علمائے کرام قرآن وحدیث کی تعبیر وتشریح کے ضمن میں مشورہ دیں گے اور اگر ان کے مابین تعبیر وتشریح کی بابت اختلاف پیدا ہوا تو اکثریت کے حامل نقطہ نظر پر عمل کیا جائے گا یا اس نقطہ نظر پر عمل کیا جائے گا جو حق کے قریب اور حالات مقدمہ اور اس کی جزئیات کے انطباق کے قریب ہو گا۔

"ان كان عالما فينبغى له لا يدع مشاورة العلماء وقد كان رسول الله صلى الله عليه اكثر الناس مشاورة لاصحابه رضى الله عنهم يستشيرهم حتى فى قوت اهله و ادامهم "[19]

(قاضی اگر عالم بھی ہے تو تب بھی علمائے کرام سے مشاورتی عمل کو ترک نہ کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اکثر آپنے اصحاب سے مشاورت کیا کرتے تھے حالانکہ آپ ﷺ کے اندر فیصلہ کرنے کی کامل ترین اہلیت اور مستقل مزاجی موجود تھی۔)

وکلاء وماہرین

وکلاء اور ماہرین فن سے بھی قاضی وجج راہنمائی لیں گے اور یہ افراد بھی حالات وقوع اور حقائق کی تبیین، عائد کردہ جرائم کی تعبیر، ضابطہ جاتی مباحث اور کسی مخصوص فن سے متعلق مسئلہ پر عدالت کو اسسٹ کریں گے، قرآن وحدیث اور ذخیرہ فقہ اسلامی کے مطالعہ سے یہ امر بھی بدوں کسی شک شبہ پایہ ثبوت تک پہنچا ہوا ہے کہ وکلاء کی ضرورت نہ صرف مقدمات میں مسلم ہے بلکہ ہر نوع کے معاملات جس میں بیع وشراء اور دیگر لین دین کے امور ہیں میں بھی تسلیم شدہ ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے "وکالت" کے تحت ۱۶، ابواب درج کیے ہیں۔ اور دور حاضر میں میں نت نئے مسائل کے ظہور کی وجہ سے اس کی ضرورت میں گونہ گوں اضافہ ہوا ہے جس پر جدید وقدیم فقہی لٹریچر "التوكيل بالخصومه" کے ضمن میں شاہد وگواہ ہے۔

---

[19]- محمد بن احمد، السرخسی، **المبسوط** (بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الخامس، 1424ھ)، 10:19۔

"واذا اراد ان یجلس معه قوما من اهل الفقه و الكرامة اجلسهم قريبا منه"[20]

(اور جب قاضی ارادہ کرے کہ اپنے ساتھ اہل علم اور ماہرین کے طبقہ کو بٹھائے تو انہیں اپنے قریب ترین بٹھائے۔)

سماعت مقدمہ میں فریقین مقدمہ کے اعتبار سے قاضی وجج کا طرز عمل

قاضی وجج کا دوران سماعت مقدمہ، فریقین مقدمہ کے اعتبار سے طرز عمل کی متعدد جہات ہیں اور اس مرحلہ پر بنیادی جہات جن میں تسویاتی طرز عمل،مقتضیات سماعت کے بعد مقدمہ کی یکسوئی ، تعظیمی طرز عمل اور مصالحتی طرز عمل، کو ہی درج کرنے سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

فریقین کے مابین تسویاتی طرز عمل

قاضی وجج کا فریقین کے ساتھ تسویاتی و مساواتی طرز عمل رکھنا لازمی ہے اور یہ امر فریقین کے اعتماد کو یقینی بناتا ہے اور تسویاتی طرز عمل بقدر امکان ہے اور جہاں امکان معدوم ہے وہاں تسویاتی طرز عمل بھی ضروری نہیں ہے، البتہ قاضی وجج کا حتی الامکان مساواتی طرز عمل کو یقینی بنانا انصاف کی فراہمی پر اعتماد کا حامل ہے۔

"ان القاضى ما مور بالتسوية فيما يقدر فيه على التسوية و فيما فى وسعه و كل شئى يقدر على التسوية بينهما فيه لا يقدر يتركها فيه" [21]

(قاضی مساواتی طرز عمل پر وہاں مامور ہے جن امور میں مساواتی طرز عمل ممکن ہو اور جن میں اس کی وسعت ہو کیونکہ ہر چیز میں مساوات وہاں تک ہی ممکن ہو سکتی ہے جہاں تک اس میں مساوات کے قائم کرنے کا مقدور بہر امکاہے اور جہاں ممکن نہیں ہے،وہاں مساواتی طرز عمل ترک کر دیا جائے گا۔)

قاضی وجج کی جانب سے تسویاتی طرز عمل کو دوران سماعت صرف کسی ایک امر کی حد تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ ہر ہر ضروری معاملہ میں فریقین کے مابین مساوات کو قائم رکھنا ضروری ہے جن میں سے ، دیکھنے، بولنے، تنہائی میں بلانے، متوجہ ہونے، ہر دو کو برابر سماعت کرنے، ہر دو کو برابر وقت دینے اور ہر اس امر میں مساوات کا قائم کرنا لازمی ہے جو قاضی کے لیے تہمت کا سبب بنتی ہو اور دوسرے فریق کی دل آزاری کا باعث ہو، جیسے امور کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔

"ان يسوى بينهما فى النظر والنطق والخلوة فلا ينطق بوجهه الى احدهما ولا يسار احدهما ولا يومى الى احدهما بشئى دون الخصمه ولا ير فع صوته على احدهما و لا يكلم احدهما بلسان لا يعرفه الاخر و لا تشهد باحد فى منزله و

20۔ الفتاوی الھندیۃ،24:207۔

21۔ نفس مصدر،24:241۔

لا يضيف احدهما فيعدل بين الخصمين وهذا كله كما في ترك العدل فيه كسر قلب الاخر و يتهم القاضى به"[22]

(قاضی فریقین کے مابین، دیکھنے، بولنے اور تنہائی میں بلانے میں مساوات رکھے گا۔ وہ نہ ہی کسی ایک فریق کو دیکھ کر گفتگو کرنے میں زیادہ توجہ دے گا اور نہ ہی کسی ایک فریق کو کوئی سہولت فراہم کرے گا اور نہ ہی کسی ایک فریق کو چھوڑ کر کسی دوسرے فریق کو اشارہ کرے گا۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بلند آواز میں بات کرے گا اور نہ ہی ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ایسی زبان میں گفتگو کرے گا جو دوسرا انہیں جانتا اور نہ ہی کسی ایک فریق کو اپنی رہائش (یہاں ریٹائرنگ روم بھی مراد لیا جا سکتا ہے) پر بلائے گا اور نہ ہی کسی ایک فریق کی مہمان نوازی کرے گا۔ فریقین کے مابین عدل کرے گا اور ان جملہ امور سے عدول کرنا جہاں عدل کو ترک کرنے پر مبنی ہیں وہاں دوسرے فریق کے دل کو توڑنے اور قاضی کے لیے وجہ تہمت بھی ہیں۔)

مقتضیات سماعت کے بعد مقدمہ کی یکسوئی

فریقین کو سماعت اور سماعت کے جملہ مقتضیات کو پورا کرنے کے بعد قاضی وجج فیصلہ کرنے کے پابند ہیں اور یکطرفہ سماعت پر فیصلہ صادر کرنے کی جوازیت موجود نہیں ہے البتہ استثنائی حالات احکامات میں نرمی کے موجب بھی ہیں۔

"اذا حضرا فالقاضى بالخيار ان شاء ابتدأ فقال مالكما و ان شاء تركهما حتى يبتد ئا هما بالنطق و بعض القضاة يختار السكوت ولا يكلمهما بشئ غير ما بينهما فاذا تكلم المدعى أسكت الاخر حتى يفهم حجته لان لان تكلمهما معا شغبا وقلة حشمه لمجلس القاضى ثم ليسطنبق الاخر"[23]

(جب فریقین حاضر عدالت ہو جائیں قاضی کو اختیار ہے کہ وہ خود پوچھے کہ تم دونوں کا کیا مقدمہ ہے اور چاہیے تو ان دونوں پر چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ دونوں اپنی بات کر لیں۔ بعض قاضی صاحبان سکوت اختیار کرتے ہیں اور ان کی گفتگو کے مابین مخل نہیں ہوتے اور جب مدعی اپنا مؤقف پیش کرے تو دوسرے (مدعا علیہ) کو خاموش رکھے تاکہ اس کی دلیل سمجھی جا سکے کیونکہ ہر دو کا اکٹھا دلائل پیش کرنا شور و غوغا کو مستلزم اور قاضی کی مجلس (عدالت) کے رعب کو ختم کرنے کے مترادف بھی ہے۔)

تعظیمی طرز عمل

قاضی وجج پر علمائے کرام اور فقہائے عظام، وکلا صاحبان اور ماہرین اور ہر اس شخص کی تعظیم کرنا ضروری ہے جو نظام عدالت میں معاون کی حیثیت کا حامل ہے بالخصوص مقدمہ میں پیش آمدہ گواہان کی تعظیم کرنا انتہائی اہم

22۔ الکاسانی، 435:14۔

23۔ ابن ھمام، فتح القدیر، 364:16۔

ہے۔ گواہان ہی ذریعہ لوگوں کے حقوق محفوظ ہوتے ہیں اور ظلم سے نجات ملتی ہے اور اس بابت نبی رحمت ﷺ کا بطور خاص ارشاد گرامی ہے کہ

"اکرموا الشهود فان الله عزو جل يستخرج بهم الحقوق و يدفع بهم الظلم"[24]

(گواہان کی تعظیم کرو، اللہ عزوجل ان کے ذریعہ لوگوں کے حقوق سامنے لاتا ہے اور ان کے ذریعہ ظلم دور کرتا ہے۔)

مصالحتی طرز عمل

مصالحتی امور اور قابل راضی نامہ جرائم و مقدمات میں قاضی کا طرز عمل مصالحتی ہونا چاہیے اور فریقین کو صلح کرنے اور ایک دوسرے کو معاف کرنے کی ترغیب دینی چاہیے اور یہ عمل شہادت وبینہ کی بنیاد پر فیصلہ کے صادر کرنے سے زیادہ امن و امان کا متقاضی، مابین فریقین عداوت و دشمنی کا قاطع اور اخوت اسلامی کے احیاء کا حقیقی معنوں میں باعث ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ مقدمات کو صلح کرنے کی غرض سے واپس کر دیا کرتے تھے اور آپ رضی اللہ کا نقطہ نظر تھا کہ فیصلوں سے مقدمات کو یکسو تو کیا جا سکتا ہے مگر فریقین کے مابین کنیہ اور دشمنی کو ختم نہیں کیا جا سکتا ہے۔

"ردو الخصوم حتى يصطلحوا فان فصل القضاء يورث بينهم الضغائن فندب رضى الله القضاء الى رد الخصوم الى الصلح و نبه على معنى هو حصول المقصود من غير ضغينة"[25]

(لوگوں کے مقدمات کو صلح کے مقصد کی خاطر واپس کر دو کیونکہ فیصلہ کی بنیاد پر مقدمات کی یکسوئی کینہ کا موجب بنتی ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مندوب عمل یہی تھا کہ مقدمات کو صلح کے لیے واپس لوٹا دیا کرتے تھے اور تنبیہ اس معنی کے اعتبار سے موجود ہے کہ اسے کینہ کا نہ ہونا مقصود تھا۔)

مصالحتی مقصدیت کی بنا پر مقدمات کو واپس لوٹانا کوئی طویل مدت کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف ایک دو دفعہ کی حد تک کاوش کرنا مقصود ہے اور اس کے باوجود فریقین کے مابین مصالحت نہیں ہوتی تو مطابق شرع و قانون فیصلہ صادر کر دینا چاہیے۔

مادی افراد و تفریط کے طبعیت پر اثرات کے اعتبار سے قاضی وجج کا طرز عمل

24- محمد بن سلامہ، الشہاب القضاعی، **المسند** (بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 2000ء)، رقم: 683۔

25- الکاسانی، 14:449۔

مقدمہ کی سماعت کے دوران یا فیصلہ کرتے وقت غصہ کی حالت میں نہ ہی سماعت مقدمہ کو جاری رکھنا چاہیے اور نہ ہی غصہ کی حالت میں فیصلہ صادر کرنا چاہیے۔ غصہ کی کیفیات درست حقائق تک رسائی کے مانع ہیں اور عقل بھی دباؤ اور مانعات سے خالی نہیں رہتی ہے۔ محسن انسانیت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

"لایقضین حکم بین الاثنین و ھو غضبان"[26]

(قاضی دو افراد کے مابین غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔)

قاضی وجج کو پریشانی اور تنگ دلی، اکتاہٹ، بھوک، پیاس اور حد سے زیادہ بسیار خوری کی کفیات میں بھی نہ ہی سماعت مقدمہ کرنی چاہیے اور نہ ہی کوئی فیصلہ صادر کرنا چاہئے۔ یہ اس نوع کے عوارض ہیں جو طبعیت پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں اور خالص فکر کو متاثر کرتے ہیں اور تامل کی قوت کو سلب کرنے کا باعث اور حق میں مشغول ہونے کے منافی ہیں اور بعض فقہائے کرام کی رائے میں جب وجہ قضاء واضح نہ ہو تو اس وقت یہ حکم متحرک ہو گا بصورت دیگر کوئی حرج نہیں ہے۔

"لان ھذه العوارض من القلق و الضجر و الجوع والعطش والامتلاء مما لیشغله عن الحق"[27]

(کیونکہ یہ عوارض، پریشانی، تنگ دلی، بھوک، پیاس اور بسیار خوری اس نوع کے ہیں جو حق سے توجہ ہٹا دیتے ہیں۔)

انفعالیت کے اعتبار سے قاضی وجج کا طرز عمل

قاضی وجج کے لیے ان اشیاء کو وصول کرنا جو فریقین میں سے کسی ایک کی طرف مائل کریں قطعاً جائز نہیں ہے جس میں رشوت لینا سر فہرست ہے۔ رشوت کا کسی بھی صاحب منصب کے لیے لینا حرام ہے اور قاضی کے لیے بدرجہ اولیٰ لینا حرام ہے اور اس کا حکم ہر ایک پر عیاں بھی ہے۔ قاضی نے رشوت لے کر حق کے مغائر فیصلہ کیا تو اس نوع کا فیصلہ اسلامی احکامات کی روشنی میں کالعدم تصور ہو گا اور قاضی وجج نے رشوت لے کر حق پر فیصلہ کیا تو فیصلہ نافذ العمل رہے گا لیکن قاضی گناہگار ہو گا کیونکہ قاضی حق کے امر پر، اخذ بالباطل کا مرتکب ہوا ہے۔

قاضی وجج کے لیے اخذ بالباطل تو دور کی بات ہے، بعض صورتوں میں ایسے حلال امر جس کی بہت ہی زیادہ ترغیبات بھی موجود ہیں، وہ بھی حرام ہو جاتے ہیں، جن میں "ہدیہ" بھی شامل ہے۔ قاضی وجج کے لیے ماسوائے چند

[26]- محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، البخاری، **صحیح البخاری** (قاہرہ، مصر، دار الشعب، الطبعۃ الاولیٰ، 1407ھ)، کتاب الوحی، باب هل یقضی القاضی او یفتی و ھو غضبان، حدیث:7158۔

[27]- الکاسانی، 14:439۔

استثنائی صورتوں کے عمومی حالت میں ہدیہ لینا بھی حرام ہے جس کا محرک ھدیہ دینے والے کی جانب ان کے دلوں کا مائل ہونا ہے اور یہ امور قاضی وجج کی طبعیت پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔

قاضی وجج کو ہر اس امر سے اجتناب کرنا ضروری ہے جس میں تہمت لگنے یا خدشہ تہمت کا امکان موجود ہے جن میں سے ایک دعوت کا قبول کرنا بھی شامل ہے۔ دعوت دو اقسام میں منحصر ہے۔ دعوت خاص اور دعوت عام۔ دعوت خاص میں شمولیت کرنا جائز نہیں جس کی علت خدشہ تہمت ہے البتہ دعوت عام کا جواز اس صورت میں ہو گا کہ بالیقین وہاں کوئی غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ ہو رہا ہے۔

"لا باس للقاضی ان یجیب الدعوۃ العامۃ ولا یجیب الدعوۃ الخاصۃ ۔۔و اما الدعوۃ العامۃ ان کانت بدعۃ و نحوھا لا یحل لہ ان یحضرھا لانہ لا یحل لغیر القاضی اجابتھا فالقاضی اولیٰ"[28]

(قاضی کے لیے دعوت عامہ کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور دعوت خاص کو قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ دعوت عامہ کسی بدعتی امر پر انعقاد پذیر یا اس کے مشابہ کسی امر پر انعقاد پذیر ہوتا ہے تو قاضی کے لیے اس میں شمولیت اختیار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں اس تقریب میں قاضی کے علاوہ کسی اور کی شمولیت جائز نہیں ہے تو قاضی کی شمولیت بدرجہ اولیٰ جائز نہیں ہے۔)

قاضی اور جج کے لیے جنازہ میں شرکت وشمولیت کو جائز بیان کیا گیا ہے جس کی وجہ جوازیت مسلمانوں پر حق میت کا ہونا ہے لیکن فقہائے کرام بالخصوص حنفی فقہائے کرام نے اس امر کو قاضی کے پاس جنازہ لائے جانے کی قید کے ساتھ مشروط کیا ہے بصورت ہر جنازہ میں شمولیت سے عدالتی فرائض منصبی متاثر ہوں گے اور نماز جنازہ کا پڑھنا فرض کفایہ ہے جبکہ قضاء فرض عین ہے اور فرض عین سے فرض کفایہ کی جانب عدول کرنا جائز نہیں ہے

"لا حضرھا کلھا للتشغلہ ذلک عن امور المسلمین فلا باس ان لا یشھد لان القضاء فرض عین وصلاۃ الجنازۃ فرض کفایۃ"[29]

(ہر نماز جنازہ میں قاضی حاضر نہیں ہوں گے کیونکہ یہ امر مسلمانوں کے معاملات میں عدم شغل کا باعث ہیں اور اس قاضی کا ہر نماز جنازہ میں عدم شمولیت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ قضاء فرض عین ہے اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔)

مقدمات کی یکسوئی میں قاضی وجج کا نظریاتی طرز عمل

مقدمات کی یکسوئی میں قاضی وجج کو نظریاتی طرز عمل کا حامل ہونا چاہیے جس کی اساس خشیت الٰہی پر قائم ہے۔ ان کے دلوں میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف بالخصوص مقدمات کی یکسوئی کے مراحل پر رہنا ہی ان کے نظریاتی

---

[28] - **الفتاوی الھندیہ**، 242:24۔

[29] - الکاسانی، 438:14۔

طرز عمل کا مظہر ہے۔ اللہ تعالی کا خوف حق تک رسائی کا سبب، حق کے قیام کا باعث اور آخروی نجات کا ذریعہ ہے۔ خدا خوفی کا نہ ہونا ھوائے نفس پر چلنے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کو مستلزم ہے جو گمراہی کا سبب اور بڑی ضلالت پر مبنی امر ہے۔ خواہشات نفسانی کے غلبہ کی وجہ سے قاضی وجج کی زندگی میں کوئی مثبت تغیر و تبدل پیدا نہ ہو سکتا ہے۔ قاضی وجج کو کسی ایسی مادی رغبت کی بنا پر فیصلہ نہیں کرنا چاہیے جو اس کو حق پر قائم نہ رکھ سکے اور نہ ہی کسی کے ڈر کی وجہ سے فیصلہ کرنا چاہیے جو زجر و توبیخ کر سکے۔

"وينبغي للقاضى ان يقضى بالحق و لايقضى لهوى ليضله و لا لرغبة تغيره و لا لرهبة تزجره" [30]

(قاضی حق پر مبنی فیصلہ کرنے کا پابند ہے اور خواہشات نفسانی کی بنا پر فیصلہ صادر نہ کرے، یہ اسے گمراہ کر دی گی اور نہ ہی ایسی رغبت کی وجہ سے فیصلہ کرے جو حق سے اسے تبدیل کر دے اور نہ ہی کسی ایسے ڈر سے فیصلہ کرے جو اس کی ملامت کر سکے۔)

طرق قضاء کے اعتبار سے قاضی وجج کا طرز عمل

قاضی وجج کو اثبات طرق قضاء کا علم ہونا چاہیے اور اس امر کی تفہیم ضروری ہے کہ فیصلہ کا مدار گواہان کی شہادت پر ہے یا کہ اقرار پر، قرائن و تائیدی شہادت پر ہے یا کہ امر واقع کی شہادت پر، زبانی شہادت پر ہے یا کہ دستاویزی شہادت پر، قسم وحلف پر ہے یا کہ نکول پر ہے۔ یہ سب امور قاضی کی گہری نظر کے متقاضی ہیں۔

طرق اثبات قضاء کو بعض فقہائے نے "البینہ" سے تعبیر کیا ہے اور اس سے ہر وہ چیز اور دلیل مراد لی گئی ہے جو حق کو واضح کر دے اور مخفی حقائق کو منظر عام پر لے آئے۔

حقائق کو سامنے لانے والے جملہ طرق، آلہ جات، رپورٹ ہا اور دیگر تکنیکی و سائنسی امور غرض کہ جو امر بھی جس طرح بھی حق کو واضح کر دے وہ "البینہ" کے اندر داخل وشامل ہے۔

سائنسی ترقی کے اس دور میں جہاں ارضی و سماوی دنیا کے دبیز پردوں میں گم حقائق اور مظاہر فطرت کے مخفی گوشے منکشف ہوئے ہیں وہاں انکشاف کے طرق اور الاتِ انکشاف اور ان کی اقسام بھی ظاہر ہوئی ہیں اور قطع نظر یہ تحقیقات مسلمان ملک کی ہیں یا غیر مسلم کی، در حقیقت یہ تحقیقات حضرت انسان کی ہیں اور مطالعہ کائنات کے علمائے کرام کی ہیں جو علم اور اس کی ترویج کا باعث اور خلعت ارضی کا سبب ہیں اور آج کے دور میں کائنات کے سربستہ رازوں پر تحقیقات اور ان کے ظہور کی نسبت غیر مسلم ممالک کے حصہ میں آرہی ہے تو یہ امر ان کی محنت کا ثمر کے ساتھ مسلم ممالک پر تحقیقی واجتہادی جمود کا مظہر بھی ہے۔ علم حضرت انسان کی میراث ہے اور حقائق تک رسائی کے ضمن میں غیر مسلم یا غیر مسلم ممالک کی جانب سے کوئی بھی اچھی چیز، ذریعہ اور تکنیک منصہ شھود پر لائی جائے تو اسے

---

[30]- الفتاوی الھندیہ، 24:224۔

استفادہ کرنا اسی طرح ضروری ولازمی ہے جس طرح وہ ایک مسلمان یا مسلمان ملک کی ہے کیونکہ یہ وہ حکمت پر مبنی امر ہے جو در حقیقت مومن کی وہ میراث تھی جو گم ہوگئی اور اب اس نے کسی ذریعہ سے اسے پالیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"الکلمة الحکمة ضالة المومن فحيث وجدها فهو احق بها"[31]

(حکمت پر مبنی امر (جو حقائق تک رسائی کا موجب ہے) مومن کا گم شدہ ورثہ ہیں۔ جہاں سے وہ اس کو پائے وہی اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔)

ظاہری دلائل پر مقدمات کی یکسوئی کے اعتبار سے قاضی وجج کا طرز عمل

فقہائے کرام کے نزدیک یہ امر بھی مسلم ہے کہ فیصلہ ظاہری دلائل کی بنا پر ہی صادر کرنا چاہیے اور قاضی وجج اسی امر کے مکلف ہیں۔ صفحہ مثل پر موجود مواد سے ہی نتائج اخذ کرنے اور پیش آمدہ شہادت ہی کا جائزہ لینے کے پابند ہیں اور اس بابت اصول تعبیر واصول تجزیہ شہادت بھی ذہن نشین رہنا حقیقی نتائج کے لوازمہ میں سے ہیں۔

"والقاضی یقضی بالظاھر"[32]

(قاضی ظاہری دلائل پر فیصلہ صادر کرے گا۔)

علم قاضی پر مقدمات کی یکسوئی کے اعتبار سے قاضی وجج کا طرز عمل

قاضی اپنے ذاتی علم اور مشاہدہ جو اسے حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل ہوا ہے کی بنا پر فیصلہ صادر کرنے کے حوالہ سے معاملہ فقہائے کرام کے مابین مختلف فیہ کی حیثیت کا حامل ہے۔ بعض فقہائے کرام کی رائے میں قاضی اپنے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر فیصلہ صادر نہیں کر سکتا۔ قاضی ظاہری دلائل پر فیصلہ کی بنیاد رکھنے کا پابند ہے اور اس میں قاضی کا علم موثر نہیں ہے اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک قاضی کے ذاتی علم ومشاہدہ کی بنا پر قاضی کی جانب سے فیصلہ صادر کرنے میں شرعی طور پر کوئی امر مانع نہیں ہے۔

فقہائے کرام میں سے بعض قاضی کے ذاتی علم ومشاہدہ کی بنا پر فیصلہ صادر کرنے کو عام نہیں رکھتے بلکہ نوعیت مقدمات اور تقرری قاضی کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور ان فقہائے کرام میں سے احناف بھی صف اول میں شامل ہیں۔ فقہائے احناف کے نقطہ نظر میں قاضی اپنے ذاتی مشاہدہ اور ذاتی علم جو اسے حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل ہوا ہے اور اس قت قاضی بھی اسی شہر میں تعینات ہے جس شہر کا مقدمہ اس کے روبرو پیش ہوا ہے تو اس صورت حال میں قاضی اپنے ذاتی علم اور مشاہدہ کی بنا پر، ان مقدمات میں فیصلہ صادر کر سکتا ہے جن کا تعلق حدود کے مقدمات سے نہیں ہے۔

31- محمد بن عیسیٰ، الترمذی، **السنن** (بیروت، لبنان، دار احیاء التراث العربی، س ن)، کتاب العلم، رقم: 2687۔

32- ابن ھمام، 16: 346۔

"و هو قاض فی البلد الذی قلد قضاءها فقضاءه عندنا جائز و لایجوز قضاءه به فی الحدود الخالصة" [33]

(قاضی بھی اسی شہر میں بطور قاضی تعینات ہو تو اس کا (ذاتی علم و مشاہدہ) کی بناپر فیصلہ کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور اس کا خالص حدود کے مقدمات میں اس کا (ذاتی علم و مشاہدہ) کی بناپر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔)

فقہائے احناف قاضی کے ذاتی علم و مشاہدہ کی بناپر قاضی کی جانب سے فیصلہ کرنے کی جوازیت دو امور پر رکھتے ہیں جن میں سے امر اول یہ ہے کہ جب قاضی کے لیے "بینہ" اور "شہادت" پر فیصلہ کرنا جائز ہے جو کہ بذات خود مقصود نہیں ہیں بلکہ کسی وقوع اور حادثہ کے اعتبار سے اسے علمِ قاضی مقصود ہے اور بینہ و شہادت علم قاضی کے لیے ایک نوع کے واسطہ کی حیثیت رکھتی ہیں تو جب کسی حادثہ یا وقوع کا علم براہ راست قاضی کو اس کے حواس خمسہ سے حاصل ہو جائے تو قاضی اپنے حواس خمسہ سے براہ راست حاصل ہونے والے علم پر فیصلہ کیوں نہیں کر سکتا؟

"و هذا لان المقصود من البینة لیس عینها بل حصول العلم بحکم الحادثة و علمه الحاصل بالمعاینة اقوی من العلم الحاصل بالشهادة" [34]

(اور اس کی جوازیت یہ ہے کہ بینہ سے اس کی عین وذات مقصود نہیں ہے بلکہ کسی حادثہ کے حکم کا علم مقصود ہے اور قاضی کا وہ علم جو مشاہدہ سے حاصل ہوا ہے وہ اس علم سے زیادہ قوی ہے جو قاضی کو شہادت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔)

فقہائے احناف جوازیت کے امر دوم میں شہادت سے حاصل ہونے والے علم کی حیثیت کو موضوع بحث بناتے ہیں۔ شہادت سے حاصل ہونے والا علم قطعی نہیں ہے بلکہ غالب الظنی اور غالب الرائے پر مبنی ہے اور مشاہدہ و معاینہ سے حاصل ہونے والا علم علم قطعی اور علم یقینی امر پر مبنی ہے اور علم ظنی سے علم یقینی اولیٰ ہے۔

"لان الحاصل بالشهادة علم غالب الرائ و اکثر الظن و الحاصل بالحس و المشاهده علم القطع و الیقین فکان هذا اقوی فکانه القضاء به اولیٰ" [35]

ترجمہ: کیونکہ شہادت سے حاصل ہونے والا علم غالب الرای اور کثیر الظنی ہے اور حس و مشاہدہ سے حاصل ہونے والا علم یقینی اور قطعی ہے تو گویا یہ قوی ترین ہے اور اس کے ذریعہ فیصلہ کرنا بھی زیادہ بہتر ہے۔

حدود کے مقدمات کو اس پس منظر میں استثناء حاصل ہے جس کی بڑی وجہ حدود شبہات کی بناپر ساقط ہو جاتی ہیں اور حدود کے معاملہ میں احتیاط برتنا انتہائی اہمیت کا حامل امر ہے۔

"انه لایقضی فی الحدود الخالصة یحتاط فی درءها ولیس من الاحتیاط فیها الاکتفاء بعلم نفسه" [36]

33۔ الکاسانی،424:14۔

34۔ نفس مصدر۔

35۔ المصدر السابق۔

(یقیناوہ حدود کے خالص مقدمات میں (ذاتی علم) کی بناپر فیصلہ نہیں کرے گا۔ حدود کے مقدمات میں اس کے اسقاط کی بناپر احتیاط ہے اور حدود کے علاوہ دیگر مقدمات میں قاضی کے ذاتی علم پر انحصار کرنا احتیاط کا متقاضی نہیں ہے۔)

مقدمات کی یکسوئی کی اساس کے اعتبار سے قاضی وجج کا طرز عمل

قاضی وجج کے فیصلہ کی اساس، نصوص شرعیہ (کتاب والسنہ) اور ان راجح اجتہادات جو نصوص شرعیہ کی تفسیر اور تعبیر میں فقہائے کرام نے بیان کیے ہیں اور شروحات احادیث میں متعین کردہ ہیں پر مبنی ہو گی۔

"الاعتماد على النصوص الشرعية فى الكتاب والسنة من خلال التفسيرات و الاجتهادات الراجحة التى اوضحت فيها هذه النصوص كا لمذاهب الفقهيه او مدارس التفسير القرآنى ۔او شروح الاحاديث النبوية الصحيحة"[37]

(تفسیرات کی روشنی میں (فیصلہ) کی اساس نصوص شرعیہ، کتاب و سنہ اور ان راجح اجتہادات جو ان میں نصوص کو واضح کرتے ہیں جیسا کہ فقہی مذاہب اور قرآن حکیم کی تفسیری نکات اور صحیح احادیث نبویہ کی شروحات پر مبنی ہو گی۔)

نتائج بحث

مذکورہ بحث سے بذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ اسلام کے نظام قضاء کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور دیگر نظام ہاء کے ساتھ اس کا اسی نوع کا رشتہ ہے جس طرح جسم کا روح کے ساتھ ہے۔

۲۔ اسلام کے نظام قضاء میں "قاضی" کو مرکزی حیثیت حاصل ہے کیونکہ مقدمات کی سماعت اور تنازعات کو یکسو کرنے اور عدل قائم کرنے کی ذمہ داری کی حامل یہی شخصیت ہے۔

۳۔ قاضی تطہیر فکر کا حامل شخص ہوتا ہے جو انسانی افعال کے نتائج کو انسانی ارادہ کے تحت صادر ہونے پر منطبق کرتے ہوئے فوجداری مسؤلیت پر بھی یقین رکھتا ہے۔

۴۔ قاضی صفتِ عدالت اور اس کے مقتضیات پورے کرنے والا ہوتا ہے اور فسق پر مبنی امور سے اجتناب کرتا ہے۔

۵۔ قاضی کی ذات معتدل مزاج، مصالحتی طرز عمل اور فریقین کو یکساں سماعت کرنے کے بعد فیصلہ صادر کرتا ہے۔

---

[36]۔ الکاسانی، 425:14۔

[37]۔ وھبۃ، الذحیلی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ** (دمشق، دار الفکر، الطبعۃ الرابعۃ، س ن)، 72:8۔

۶۔ قاضی کو قانون شرعی و واضعی کا اس قدر علم ہوتا ہے جو احکامِ الٰہی اور اس کی منشاء کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔

۷۔ قاضی اپنے مقام و مرتبہ اور عدالتی وقار کا خاص خیال رکھنے والا ہوتا ہے اور اس مقصدیت کی خاطر ضروری اقدامات بھی اٹھاتا ہے۔

۸۔ قاضی کو طرق اثبات قضاء کا علم ہوتا ہے، قاضی یہ جانتا ہے کہ مقدمہ کس نوعیت کا حامل ہے اور کون سے طرق پر اس کا فیصلہ مبنی ہے اور اس طرق کے مقتضیات کیا ہیں۔

۹۔ قاضی ظاہری دلائل پر فیصلہ کرنے والا ہوتا ہے اور جہاں علم قاضی کے طور پر ماسوائے حدود کے مقدمات کے، معاملہ یقینی ہو، کے مطابق فیصلہ کرنے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا۔

۱۰۔ قاضی پر ہر لمحہ خوف خدا کی کیفیت طاری رہتی ہے اور اس کا یہی طرز عمل قاضی کے فیصلہ کی اساس قرآن و سنت اور منصوص احکامات کی علل اور اس اعتبار سے فقہائے کرام کے اجتہادات پر مبنی ہونے کی مظہر ہوتی ہے۔

سفارشات

موضوعِ زیرِ بحث کے حاصلات و نتائج کے تحت بذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ تطہیرِ فکر کے حامل شخص کو قاضی تعینات کیا جائے۔

۲۔ قاضی کی تعیناتی عمل میں لاتے ہوئے اس کی صفتِ عدالت کے معیارات کو ترجیحاً دیکھا جائے اور فاسق کو قاضی تعینات کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

۳۔ قاضی مثبت اوصاف کے حامل شخص کو لگایا جائے اور سلبی امور کے حامل شخص کو یہ ذمہ داری نہ سونپی جائے۔

۴۔ جذباتی شخص، مادی اثرات کی چمک دھمک سے متاثر ہونے والے شخص کو قاضی تعینات نہ کیا جائے۔

۵۔ انتہائی ملنسار، تقریبات میں کثرت سے شرکت کرنے کے حامل مزاج شخص کو قاضی تعینات نہ کیا جائے۔

۶۔ خوفِ خدا اور اسلامی تشخص رکھنے والے شخص کو قاضی مقرر کیا جائے۔

۷۔ اہل علم اور شرعی قوانین پر مہارت رکھنے والے شخص کو قاضی مقرر کیا جائے۔

۸۔ ذاتی وقار، عدالتی رعب اور انتظامی امور پر گرفت کے حامل شخص کو قاضی مقرر کیا جائے اور یہ امر نظام قضاء پر لوگوں کے اعتماد کو بحال و قائم رکھے گا۔

۹۔ عقلِ کل رکھنے کی سوچ کے حامل شخص کو قاضی مقرر نہ کیا جائے اور ایسے شخص کی بطور قاضی تقرری حقائق کی تلاش و تتبع میں جہاں رکاوٹ کا باعث بنے گی وہاں علماءِ کرام، اہلِ علم اور اہلِ فن کی راہنمائی سے دوری کا سبب بھی ہو گی۔

۱۰۔ قاضی اسلامی نظام قضاء کا عکس جمیل ہے اور اس اعتبار سے ایسے شخص کو قاضی مقرر کیا جائے جو اس نظام کے حسن میں جہاں اضافہ کا باعث بنے وہاں مادہ حسن و جمال، ایجاد و تقلید اور رائے کلی کا مظہر بھی ثابت ہو۔

Bibliography

1. Afrīqī, Muḥammad bin Mukrim, Lisān al-ʿArab, Lubnān, Bayrūt, Dār al-Ṣād, Ṭ/1, S/1427H
2. al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismāʿīl, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Miṣr, Qāhirah, Dār al-Shaʿb, Ṭ/1, S/1407H
3. al-Baḥīrmī, Ḥāshiyah ʿalā Minhāj li-Ṭalab, Turkī, al-Fiqh al-Islāmī, Ṭ/1, S/2000CE
4. al-Barkatī, ʿAmīm al-Iḥsān, Qawāʿid al-Fiqh, Karāchī, al-Ṣadaf Publications Ārām Bāgh, Ṭ/1, S/1407H
5. Bhinsī, Aḥmad Fatḥī, al-Masʾūlīyah al-Jināʾīyah fī al-Fiqh al-Islāmī, Bayrūt, Lubnān, Dār al-Shurūf, Ṭ/3, S/1404H
6. al-Tirmidhī, Muḥammad bin ʿĪsā, al-Sunan, Lubnān, Bayrūt, Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Ṭ/n, S/n
7. al-Jurjānī, ʿAlī bin Muḥammad, Kitāb al-Taʿrīfāt, Lubnān, Bayrūt, Dār al-Kutub al-ʿArabī, Ṭ/1, S/1405H
8. al-Jawharī, Ismāʿīl bin Ḥammād, Tāj al-Lughah wa Ṣiḥāḥ al-ʿArabīyah, Miṣr, Qāhirah, Dār al-Ḥadīth, Ṭ/1, S/2011CE
9. al-Dhahīlī, Wahbah, al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuh, Dimashq, Dār al-Fikr, Ṭ/4, S/n
10. al-Sarakhsī, Muḥammad bin Aḥmad, al-Mabsūṭ, Lubnān, Bayrūt, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, Ṭ/5, S/1424H
11. al-Shihāb al-Quḍāʿī, Muḥammad bin Salāmah, al-Musnad, Lubnān, Bayrūt, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, Ṭ/1, S/2000CE
12. al-Ṭaḥṭāwī, Aḥmad bin Muḥammad, Ḥāshiyah ʿalā Marāqī al-Falāḥ, Lubnān, Bayrūt, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, Ṭ/1, S/1418H
13. al-ʿAtībī, Suʿūd bin ʿAbd al-ʿĀlī, al-Mawsūʿah al-Jināʾīyah al-Islāmīyah, Lubnān, Bayrūt, Dār al-Fikr, Ṭ/2, S/1427H
14. al-Fatāwā al-Hindīyah, Lubnān, Bayrūt, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, Ṭ/1, S/2020CE
15. al-Kāsānī, Abū Bakr bin Masʿūd, Badāʾiʿ al-Ṣanāʾiʿ fī Tartīb al-Sharāʾiʿ, Miṣr, Qāhirah, Dār al-Ḥadīth, Ṭ/1, S/2010CE
16. Ibn Hammām, Muḥammad bin ʿAbd al-Wāḥid, Fatḥ al-Qadīr, Lubnān, Bayrūt, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, Ṭ/3, S/2005CE
17. Majallah al-Aḥkām al-ʿAdliyyah, Karāchī, Nūr Muḥammad Kārkhānah Tijārat Ārām Bāgh, Ṭ/1, S/1412H